پروفیسر محمد اکرم ورک☆

دعوت اسلام میں 'اعلیٰ کردار' کے اثرات

دعوت وتبلیغ کا طریقہ کار خواہ کتنا عمدہ ہو، اس وقت تک بے کار اور غیر مؤثر ہے جب تک اس کو مبلغ وداعی کی بلند کرداری، عالی ظرفی اور اخلاقی قوت کا تحفظ حاصل نہ ہو۔ انسانی فطرت ہے کہ مدعو پہلے داعی کا کردار اور اس کی شخصیت کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اگر داعی کی شخصیت غیر معتبر اور کردار داغدار ہے تو دعوت وتبلیغ میں اثر پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر داعی کی شخصیت اوصافِ حمیدہ کی حامل ہو اور کردار کی پاکیزگی کا پیکر ہو تو دعوت میں خود بخود تاثیر ومقناطیسی قوت پیدا ہوتی ہے۔

مخاطب کی تعمیرِ سیرت اور تشکیل ذات کے لیے سب سے اعلیٰ نمونہ خود مبلغ وداعی کا ذاتی کردار اور اخلاق ہے۔ جس چیز کی وہ دعوت دے رہا ہے، کیا وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہے؟ کیا اس کے قول وفعل میں تضاد تو نہیں؟ کیا وہ خود بھی اس دعوت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جن کو مخاطب اور مدعو سب سے پہلے دیکھتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ داعی کی سیرت ایسی پاکیزہ اور جاذبِ نظر ہو کہ لوگ خود بخود اس کی طرف کھنچے چلے آئیں۔ دراصل داعی کا ذاتی کردار ہی مدعو کے ذہنی رویوں کو تبدیل کرنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی کامیاب دعوتی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کی دعوتی کامیابیوں کے پیچھے ان کی عظیم شخصیات، بلند کردار اور اخلاق کریمانہ کی مضبوط ومستحکم فصیل کھڑی تھی۔ صحابہ کرامؓ کی زندگی سب لوگوں کے لیے کھلی کتاب کی طرح تھی، جس کی تحریر کا ہر حرف پاکیزہ، روشن، اور نمایاں تھا۔ ہر شخص صحابہؓ کے بے داغ اخلاق وکردار، امانت ودیانت اور عالی ظرفی کا معترف تھا، گویا صحابہ کرامؓ انسانی کردار کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ انہوں نے جس دعوت کی طرف لوگوں کو بلایا پہلے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ ایک بار حضرت صفوانؓ بن امیہ ایک بڑے برتن میں کھانا لائے اور حضرت عمرؓ کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے فقیروں اور غلاموں کو بلایا اور سب کو اپنے ساتھ کھانا کھلانے کے بعد فرمایا:

☆ شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ ڈگری کالج، قلعہ دیدار سنگھ

لحا اللّٰہ قوما یرغبون عن ارقائھم ان یأکلوا معھم [1]	''اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانا کھانے میں عار محسوس ہوتی ہے''

ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی خدمت میں کسی نے دو چادریں پیش کیں۔انہوں نے ایک کا ازار بنا لیا اور دوسری اپنے غلام کو دے دی۔گھر سے نکلے تو لوگوں نے کہا کہ اگر آپ دونوں چادریں خود استعمال کرتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔فرمایا: سچ ہے،لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

أطعموھم مما تأکلون و ألبسو ھم مما تلبسون [2]	''جو تم خود کھاتے اور پہنتے ہو،وہی اپنے غلاموں کو بھی کھلاؤ اور پہناؤ''

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن ولید،حضرت ابوالیسر کعبؓ بن عمرو سے حدیث سننے کے لیے آئے۔دیکھا کہ خود ایک چادر اور معافر کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہوئے ہیں اور غلام کا بھی یہی لباس ہے۔عبادہ نے عرض کی: عم محترم! بہتر ہو کہ ایک جوڑا مکمل کر لیجیے۔یا تو آپؓ ان کی معافری لے لیں اور اپنی چادر ان کو دے دیں،یا اپنی معافری دے دیں اور ان سے چادر لے لیں۔حضرت ابوالیسرؓ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔پھر فرمایا: رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ جو تم پہنو،غلاموں کو پہناؤ اور جو تم کھاؤ،ان کو کھلاؤ۔[3]

عرب معاشرے میں غلاموں کے بارے میں جو نفرت پائی جاتی تھی،صحابہ کرامؓ نے اپنے عمل سے اس کی سختی سے بیخ کنی کی اور غلاموں کو معاشرے میں باعزت مقام دلوایا۔صحابہ کرامؓ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ ان کا کردار دوسرے لوگوں کے لیے حجت اور دلیل ہے،اس لیے وہ غیر شرعی امور کے قریب بھی نہیں پھٹکتے تھے، بلکہ بعض صحابہ تو ان امور میں بھی رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرنا ضروری خیال کرتے تھے جن میں ان کو مکلّف نہیں بنایا گیا تھا۔

عبداللہ بن قیس بن مخرمہؓ ایک دفعہ مسجد بنی عمرو بن عوف میں نوافل کی ادائیگی کے بعد اپنے خچر پر سوار ہو کر واپس لوٹ رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن عمرؓ سے ملاقات ہوگئی جو پیدل اسی طرف جا رہے تھے۔انہیں پیدل دیکھ کر وہ خچر سے نیچے اتر آئے اور کہنے لگے: چچا جان! آپ سوار ہو جائیے۔تو انہوں نے جواب دیا: اے بھتیجے! اگر میں سوار ہونا چاہتا تو میرے پاس بھی سواری موجود تھی،لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس مسجد کی طرف نماز کے لیے پیدل ہی جاتے دیکھا،تو مجھے اسی طرح پیدل جانا پسند ہے جیسا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو پیدل جاتے دیکھا ہے۔چنانچہ پھر وہ پیدل ہی مسجد کی طرف روانہ ہو گئے۔[4]

صحابہ کرامؓ کے اس جذبۂ اطاعت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شرعی امور میں ان کی فرمانبرداری کا عالم کیا ہوگا۔حضرت جثامہؓ بن مساحق کو حضرت عمرؓ نے قاصد بنا کر ہرقل کے دربار میں بھیجا۔خود بیان کرتے ہیں کہ میں وہاں

جا کر ایک چیز پر بیٹھ گیا۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ میرے نیچے کیا چیز ہے؟ یکا یک مجھے معلوم ہوا کہ میرے نیچے سونے کی ایک کرسی ہے۔ چنانچہ جب میں نے اسے دیکھا تو میں فوراً اس سے اتر پڑا۔ ہرقل مسکرایا اور اس نے کہا، تم اس کرسی سے کیوں اتر پڑے؟ یہ تو محض تمہاری عظمت کے لیے بچھائی گئی تھی۔ میں نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ اس قسم کی چیز پر بیٹھنے سے منع فرماتے تھے۔[۵]

عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت ابوطلحہ انصاریؓ کی عیادت کے لیے ان کے ہاں گئے۔ سہل بن حنیفؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ایک آدمی کو بلا کر کہا کہ میرے نیچے سے گدے کو نکال دو۔ سہل بن حنیفؓ نے کہا کہ اسے کیوں نکلواتے ہو؟ فرمایا: اس میں تصویریں ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ تمہیں معلوم ہے۔ سہل نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ ماسوائے ان تصویروں کے جو کپڑے میں نقش ہوں؟ فرمایا: کیوں نہیں؟ لیکن میری دلی خوشی یہی ہے۔[۶]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ ایک سفر میں تھے، اسی حالت میں اپنے بھائی قثم بن عباسؓ کے انتقال کی خبر سنی۔ پہلے انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا، پھر راستے سے ہٹ کر دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اونٹ پر سوار ہوئے اور یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (البقرہ،۲:۴۵)	''صبر اور نماز سے مدد طلب کرو بے شک یہ بھاری ہے سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں''[۷]

رسول اللہ ﷺ نے شوہر کے علاوہ دوسرے عزیزوں کی وفات پر سوگ کے لیے صرف تین دن مقرر فرمائے ہیں۔ صحابیاتؓ نے اس حکم رسول ﷺ پر بڑی شدت سے عمل کیا۔ زینبؓ بنت جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے دن کچھ عورتیں ملنے آئیں، انہوں نے ان کے سامنے خوشبو لگائی اور فرمایا:

واللّٰہ مالی بالطیب من حاجة غیرانی سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول: لایحل لامراة تؤمن باللّٰہ والیوم الاخر ان تحدّ علی میت فوق ثلاث لیال الا علی زوج ،اربعة اشهر وعشراً[۸]

''مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی عورت کے لیے، جو اللہ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتی ہے، جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ سوگ منائے سوائے شوہر کے، کہ اس پر چار ماہ اور دس دن کا سوگ ہے''

اسی طرح حضرت ام حبیبہؓ کے والد ابوسفیان انتقال فرما گئے تو انھوں نے تین روز کے بعد تیل لگایا اور خوشبو ملی اور فرمایا: مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی مگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''کسی عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے مگر اپنے خاوند کا، جس کا سوگ چار ماہ دس دن ہے''۔9

ام عطیہؓ کا ایک بیٹا کسی جنگ میں شریک تھا۔ بیمار ہو کر بصرہ میں آیا۔ حضرت ام عطیہؓ کو خبر ہوئی تو بڑی تیزی سے مدینہ سے بصرہ آئیں لیکن ان کے پہنچنے سے ایک دن قبل اس کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہاں آ کر انہوں نے بنو خلف کے قصر میں بود و باش اختیار کر لی اور پھر بصرہ سے کہیں نہ گئیں۔ تیسرے دن خوشبو منگا کر ملی اور کہا کہ شوہر کے علاوہ اور کسی کے لیے تین دن سے زیادہ سوگ کرنے سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔10

نافع مولیٰ ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ابن عمرؓ نے بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستے سے ہٹ کر چلنے لگے اور پوچھا: اے نافع کیا تجھے آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں کہتا: ہاں، پس آپؓ چلتے رہے حتیٰ کہ میں نے کہا کہ اب آواز نہیں آ رہی۔ پھر آپؓ نے انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور اپنی سواری کو راستے پر چلانے لگے اور پھر فرمایا:

رأيت رسول الله ﷺ و سمع صوت زمارة راع فصنع مثل هذا 11

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سن کر ایسا ہی کیا تھا''

صدیقِ اکبرؓ کے ایک غلام نے ان کو کھانے کی کوئی چیز لا کر دی، جب آپؓ کھا چکے تو غلام نے پوچھا: آپؓ جانتے ہیں کہ وہ کیا شے تھی؟ پوچھا: کیا تھی؟ اس نے کہا: میں جاہلیت میں کہانت کا کام کرتا تھا۔ یہ شے اسی کا معاوضہ تھی۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے سنا تو فوراً قے کر دی اور پیٹ میں جو کچھ تھا وہ نکال باہر پھینکا۔12

ان روایات سے واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کا کردار کتنا جاندار تھا اور وہ دینی معاملات میں شرعی امور کا کس قدر خیال رکھنے والے تھے۔ قول و فعل کی اسی مطابقت کی وجہ سے لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

کردار کی تاثیر

شطا جو مصر کا ایک بہت بڑا رئیس تھا، مسلمانوں کی اخلاقی حالت کا چرچا سن کر اسلام کا گرویدہ ہو گیا اور دو ہزار آدمیوں کے ساتھ اسلام قبول کر لیا۔ تاریخ مقریزی میں ہے:

فخرج شطا فی الفین من اصحابه و الحق بالمسلمين وقد كان قبل ذالك يحب

''شطا دو ہزار آدمیوں کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ وہ پہلے بھی نیکی کے کاموں

الـخيـر و يـميـل الـى ما يسمعه من سيرة اهل الاسلام [۱۳] | سے محبت رکھتا تھا اور مسلمانوں کے محاسن اخلاق کو سن کر ان کی طرف مائل تھا‘‘

صحابہ کرامؓ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے اور انہوں نے اسلام کو اپنی ذات پر نافذ کر کے اسلامی تعلیمات کے اندر ایک ایسی کشش پیدا کر دی تھی کہ لوگ اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے محاسن اخلاق میں مساوات ایک ایسا وصف تھا جو خود قلوب واذہان کو اپنی طرف مائل کرتا تھا، بالخصوص جب اسلام کے اصول مساوات اور مسلمانوں کی مساویانہ طرزِ معاشرت کا ایرانیوں کی ناہموار طرزِ معاشرت سے مقابلہ ہوتا تھا تو یہ وصف خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہو جاتا تھا اور حق پسند لوگ خود بخود اسلام کی طرف مائل ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک بار زہرہ نے رستم سے دورانِ گفتگو اسلام کے جو محاسن بتائے، ان میں سے ایک یہ تھا:

اخـراج الـعباد من عبادة العباد الى عبادة اللّٰہ تعالیٰ | ’’بندوں کو بندوں کی غلامی سے نکال کر اللہ کی غلامی میں داخل کرنا اسلام کا اصلی مقصد ہے‘‘

رستم نے یہ سن کر کہا کہ ایرانیوں نے تو اردشیر کے زمانے سے طبقہ سافلہ کے پیشے متعین کر دیے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ اس دائرے سے نکلے تو شرفا کے حریف بن جائیں گے۔ رفیل ابتدا ہی سے اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اس پر اس کا یہ اثر ہوا کہ جب رستم چلا گیا تو اس نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔[۱۴]

ہر مقدمہ میں گواہ کی ضرورت ہوتی ہے لیکن صحابہ کرامؓ کو ان کی دیانت نے اس سے مستثنیٰ کر دیا تھا۔ حضرت سعیدؓ بن زید بن عمرو بن نفیل پر ایک عورت نے غصب کا دعویٰ کیا۔ انہوں نے کہا ’’میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جو شخص بلا استحقاق کسی کی ایک بالشت بھر زمین لے گا، اللہ زمین کے ساتوں طبق اس کے گلے کا طوق بنا دے گا۔ میں نے اس کی زمین کا کوئی حصہ نہیں لیا‘‘ مقدمہ مروان کی عدالت میں تھا، اس نے کہا اب میں آپؓ سے گواہ نہیں مانگتا۔[۱۵]

امرا وسلاطین تو پھر بھی مسلمان تھے، صحابہ کرامؓ کے حسنِ اخلاق کے سب سے زیادہ اثرات غیر مسلموں پر پڑے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ زارمکہ کو چھوڑ کر نکلے تو راہ میں ابن الدغنہ مل گیا جو عرب میں ’’سید القارۃ‘‘ کے خطاب سے ممتاز تھا۔ اس نے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ بولے: مجھے میری قوم نے نکال دیا ہے۔ اب سیاحت کر کے خدا کی عبادت کروں گا۔ اس نے کہا: تم جیسا شخص نہ وطن سے نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے۔ تم غریبوں کے لیے مال پیدا کرتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو۔ قوم کی دیت وتاوان کا بوجھ اٹھاتے ہو۔ مہمان نوازی کرتے ہو۔ مصائب قومی میں اعانت کرتے ہو۔ میں تمہارا ضامن ہوں۔ چلو اور اپنے ملک میں خدا کی پرستش کرو۔ چنانچہ وہ پلٹے اور چند شرائط کے

ساتھ کفار نے ان کو عبادت گزاری کی اجازت دے دی۔[16]

حضرت نعیمؓ بن عبداللہ النحام نہایت فیاض صحابی تھے اور قبیلہ بنو عدی کی بیواؤں اور یتیموں کی پرورش کرتے تھے۔ کفار پر ان کی اس نیکی کا یہ اثر تھا کہ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تمام کفار نے روک لیا اور کہا کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ اگر کوئی تم سے تعرض کرے گا تو سب سے پہلے ہماری جان تم پر قربان ہوگی۔[17]

صحابہ کرامؓ چونکہ اسلام کی چلتی پھرتی تصویر تھے اس لیے لوگ ان کی سیرت و کردار سے متاثر ہو کر بھی مائل بہ اسلام ہوتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو اپنے علم اور کردار کی بنا پر معاشرے میں تقدس کا جو درجہ حاصل تھا، اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ہر جگہ اسلام کے پیغام کو عام کیا اور عہدِ صحابہؓ میں ہر طرف اسلام ہی کا چرچا ہونے لگا۔ ہر قسم کے نتائج سے بے پروا ہو کر صحابہ کرامؓ نے ہمیشہ حق کی تائید کی جس سے نہ صرف وقت کے حکمرانوں کو اپنے رویے میں تبدیلی کرنا پڑی بلکہ اس طرح کی آزاد تنقید سے صحابہ کرامؓ نے اسلام کو بھی ہر طرح کی تحریف سے محفوظ رکھا۔ عہدِ صحابہؓ میں اسلام کو جو ترقی اور عروج حاصل ہوا، اس کا بنیادی سبب بجا طور پر صحابہ کرامؓ کی حق پسندی اور بلند کرداری کو قرار دیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

1. الادب المفرد، ح:۲۰۱، ص:۶۰
2. ابن سعد، تذکرہ ابوذرؓ، ۲۳۷/۴
3. صحیح مسلم، ۴۵۰/۲
4. المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح:۵۹۶۳، ۲۶۸/۲
5. اسد الغابہ، تذکرہ جثامہؓ ابن مساحق، ۲۷۳/۱
6. الموطاً، ۸۵۷، ص:۵۹۲
7. اسد الغابہ، تذکرہ قثم بن عباسؓ، ۱۹۷/۴-۱۹۸
8. صحیح البخاری، ح:۵۳۳۵، ص:۹۵۳
9. نفس المصدر، ح:۵۳۳۴، ص:۹۵۳
10. نفس المصدر، ح:۱۲۷۹، ص:۲۰۴
11. المسند، مسند عبداللہ بن عمرؓ، ح:۴۵۲۱، ۱۷/۲
12. صحیح البخاری، ح:۳۸۴۲، ص:۶۴۴
13. مقریزی، ''امتاع الاسماع''، ۲۲۶/۱
14. بلاذری، ''فتوح البلدان'': ص ۴۷۲
15. صحیح مسلم، ۴۱۳۴، ص:۷۰۴
16. صحیح البخاری،، ح:۲۲۹۷، ص:۳۶۷
17. اسد الغابہ، تذکرہ نعیمؓ بن عبداللہ النحام، ۳۳/۵

'الشریعہ' کے درکار شمارے

کچھ انتظامی کوتاہیوں کی بنا پر 'الشریعہ' کے بعض سابقہ شمارے مقررہ تعداد میں ہمارے ریکارڈ میں محفوظ نہیں رہ سکے۔ اس ضمن میں فوری طور پر شمارہ جولائی ۲۰۰۱ء کے نسخے درکار ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ ان کی فراہمی میں ہمارے ساتھ تعاون فرما کر مشکور ہوں۔ (ادارہ)